TAHREER
Journal of Languages & Literature
eISSN:3007-2085
pISSN:3007-2077
تحریر
Vol. 4 No. 2 (2026) HEC approved in the Y category.

# An Analysis of the Compilation and Organisation of "Ashob-e-Shehr-e-Dil" Compiled by Muhammad Aslam Zia.

## ”آشوب شہر دل“ (مرتبہ محمد اسلم ضیا) کی تدوین وترتیب کا تجزیہ

**Khushnood Hashmi**
PhD Scholar, Riphah International University, Faisalabad Campus
***Corresponding Email:** khushnoodhashmi995@gmail.com
**DOI:** https://doi.org/10.65827/tahreer.v4i2.80

**Abstract:**
This study explores the intrinsic relationship between textual editing and research, emphasising that tadwīn-e-matn (textual editing) is not separate from research but rather a fundamental and pure form of it. The process of editing ancient manuscripts, documents, and literary texts—by verifying, organising, and publishing them—constitutes a significant scholarly endeavour. The work of Dr Jameel Jalibi, particularly his discovery and critical edition of Kadam Rao Padam Rao and his identification of the early Deccani poet Nizami Bidri, is highlighted as a landmark contribution that enhanced the understanding of early Urdu language and literature. The paper further discusses the challenges faced by researchers, especially when dealing with ancient manuscripts written in obsolete scripts. It also traces the strong tradition of textual editing in Urdu scholarship, supported by Dr Gyan Chand's view that major Urdu scholars have actively engaged in editorial work, reinforcing its status as a core research activity. Focusing on the literary landscape of Jhang, the study sheds light on overlooked literary figures, including Majeed Amjad, whose works remained scattered or unpublished. Special attention is given to the editorial contributions of Dr Muhammad Aslam Zia, who compiled and edited Aashob-e-Shehr-e-Dil, the collected works of Taqi ud Din Anjum. The study concludes that such editorial efforts play a vital role in preserving literary heritage, recovering marginalised voices, and sustaining the scholarly tradition of Urdu literature.

**Keywords:** Textual Editing, Research, Manuscripts, Urdu Literature, Taqi ud Din Anjum, Muhammad Aslam Zia

**Received:** 10-08-2025 **Revision:** 13-04-2026 **Accepted:** 05-06-2026 **Online:** 23-06-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).
Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
**© The Author(s).**

تدوین، تحقیق سے جدا چیز نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر تدوینِ متن، تحقیق کی خالص قسم تصور کی جاتی ہے۔ کسی بھی قدیم مخطوطے، دستاویز، قلمی نسخے، بیاض، یا ادب کی کسی ایک قدیم صنف کو تصحیح متن کے ساتھ ترتیب دینا اور منظر عام پر لانا ایک بڑی تحقیقی کاوش ہے جیسے ڈاکٹر جمیل جالبی نے اردو کی قدیم ترین مثنوی "کدم راؤ، پدم راؤ" کو دریافت کر کے تصحیح متن کے ساتھ شائع کیا اور دکنی زبان کے قدیم شاعر نظامی بیدری کو دریافت کیا۔ جس سے اس وقت کی زبان سے بھی آگاہی ممکن ہو سکی۔ یقیناً ایسی کاوشوں کے لیے محقق کو کئی مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ بالخصوص اگر کوئی نسخہ زیادہ قدیم ہو اور اس کا رسم الخط بھی متروک ہو تو اس سے محقق کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اردو میں ایسے کئی قدیم مخطوطات اور نسخے تحقیق کے بعد تصحیح متن کے ساتھ مدون کیے جا چکے ہیں۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اردو تحقیق میں بھی تدوینِ متن کی ایک توانا روایت موجود ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> "اردو میں عموماً ہر بڑا محقق تدوینِ متن کے بھی کچھ کام کرتا ہے۔ مثلاً محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، مسعود حسن رضوی، مولانا عرشی، غلام رسول مہر، مالک رام، مسعود حسین خان، نذیر احمد، نورالحسن ہاشمی، مختارالدین احمد، محمود الٰہی، اکبر حیدری، جمیل جالبی، مشفق خواجہ سبھی نے تدوینِ متن کے کام کیے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تدوین تحقیق ہی کا ایک شعبہ ہے"۔(1)

ہمارا یہاں موضوع تحقیق و تدوین کے فرق کے مماثلت کو دیکھنا نہیں بلکہ تدوین کی روایت کو دیکھنا ہے جسے بعد میں آنے والے محققین اپنی استعداد کے مطابق برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اسی روایت کی بدولت دور دراز علاقوں میں موجود کئی ایک بڑی ادبی شخصیات منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جبکہ آج بھی کئی شخصیات ایسی ہی گمنامیوں میں پڑی ہیں جن کا کھوج لگانا محققین پر قرض ہے۔ سرزمین جھنگ بھی ایسے ہی دور دراز علاقوں میں شامل ہے جہاں پر علمی و ادبی لحاظ سے کئی ایک قدآور شخصیات نے جنم لیا لیکن ایک عرصہ تک انھیں وہ مقام نہ مل سکا جو ان کا حق تھا۔ ان میں مجید امجد، شیر افضل جعفری، جعفر طاہر، کبیر انور جعفری، غلام محمد رنگین اور کئی دیگر ادبی شخصیات شامل ہیں۔ مجید امجد اگرچہ ابتداء ہی میں اپنا ایک مقام بنانے میں کامیاب ہو گئے اور ایک مجموعہ شبِ رفتہ بھی ان کی زندگی میں شائع ہو گیا لیکن ان کا بیشتر کلام ان کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک ادبی حلقوں سے پوشیدہ رہا۔ اسی طرح شیر افضل جعفری بھی اپنے مجموعہ جات شائع کرواتے رہے جبکہ باقی شعراء کا کوئی مجموعہ اول تو منظر عام پر نہ آ سکا، اور اگر آیا تو اسے اس کا صحیح مقام نہ مل سکا۔

جھنگ میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے سب سے پہلے مجید امجد کے کلیات مرتب کیے اور متن کے حوالے سے کئی ایک غلطیوں کی درستی بھی کی۔ بعد ازاں شبِ رفتہ انہی کلیات کے مطابق علیحدہ طور پر شائع کی گئی۔ آج مجید امجد کی شاعری پر لکھے جانے والے تمام تحقیقی و تنقیدی مقالات اور مضامین کا بنیادی ماخذ یہی کلیات ہیں۔ سلیم تقی شاہ نے کیپٹن جعفر طاہر کی غزلیات کا مجموعہ مرتب کیا جس کے لیے انھوں نے بڑی محنت کی اور اس روایت کو آگے بڑھایا۔ اگرچہ جعفر طاہر کے کینٹوز ہفت کشور کے عنوان سے پہلے ہی شائع ہو چکے تھے لیکن

ان کی غزلیات منتشر حالت میں مختلف رسائل اور ان کی ذاتی بیاض میں موجود تھیں، اور کتابی صورت میں منظر عام پر نہ آسکی تھیں۔ اس لیے یہ غزلیات بھی ادبی حلقوں سے پوشیدہ تھیں۔ تدوین کی اسی روایت کو آج بھی دو سکالر آگے بڑھا رہے ہیں اور کبیر انور جعفری اور غلام محمد رنگین کے کلام کو جمع کر رہے ہیں۔

پروفیسر تقی الدین انجم انہی شعراء کے ہم عصر تھے۔ وہ ایک اچھے غزل گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نظم بھی خوب کہتے تھے۔ ان کے کلام میں نعتیں، سلام اور شخصی مرثیے بھی شامل تھے لیکن یہ تمام کلام اشاعت پذیر نہ سکا۔ موصوف مجید امجد کے خاص مصاحبوں میں شامل تھے اور برصغیر کی کئی دوسری ادبی شخصیات کے ساتھ مراسم رکھتے تھے۔ جن میں ڈاکٹر ابو للیث صدیقی بھی شامل تھے۔ انجم صاحب اپنا کلام، اپنی طبعی سہل پسندی اور بعض ذاتی مجبوریوں کی بناء پر شائع نہ کرواسکے جبکہ آخری عمر میں اگر خیال آیا بھی تو بزرگی کی کمزوری اور نقاہت راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گئی۔ ایسے میں انھیں ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اپنے شوق اور علم وادب کے ساتھ محبت کی بدولت یہ خدمت سرانجام دیتا اور اس روایت کو آگے بڑھاتا۔ لہذا اسلم ضیاء نے اس خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ موصوف پہلے بھی تحقیقی و تنقیدی کام کرتے رہتے تھے اور یہ سلسلہ آج تک جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی علمی و ادبی اور تحقیقی کاوشیں اردو تحقیق میں اہم اضافہ ہیں۔ آشوبِ شہر دل تقی الدین انجم کے کلام کا مجموعہ ہے جسے اسلم ضیاء نے بڑی محنت کے ساتھ ترتیب دیا ہے جسے سراہتے ہوئے افتخار عارف لکھتے ہیں:

> "آشوب شہر دل۔۔۔ پروفیسر تقی الدین انجم کے اشعار کا مجموعہ ہے۔ جسے ڈاکٹر اسلم ضیاء نے انتہائی خوش سلیقگی سے مرتب کیا ہے۔ اس مجموعہ میں یوں تو قطعات بھی ہیں اور نظمیں بھی، مگر کتاب کا غالب حصہ غزلوں پر مشتمل ہے۔"(2)

کتاب کا عنوان اسلم ضیاء نے "آشوب شہرِ دل" رکھا ہے جو دراصل انجم صاحب کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ جس میں انھوں قحط الرجال کا رونا رویا ہے۔ اور نااہلوں کی کثرت میں چند صاحبان علم کے ہونے کو بیان کیا ہے جو زمانے میں بے قدری سے جی رہے ہیں اور نااہل موج مستی کر رہے ہیں۔ گویا بقول شیخ سعدی 'ہنر منداں ہمیرند، وبے ہنراں جائے ایشاں بگیرند' کا سماں ہر طرف ہے۔ انجم صاحب کی اس نظم میں عمدہ لفاظی ملتی ہے لیکن معاشرے کی اس حالت کو انھوں نے شہر دل کا مرثیہ بنا دیا ہے۔ اس مجموعہ کے عنوانات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ترتیب دیکھی جائے تو اس طرح بنتی ہے۔ سب سے پہلے انتساب، جو انھوں نے اپنے بچوں اور ان کے بچوں کے نام کیا ہے۔

بعد ازاں تین اشعار پر مشتمل ایک قطعہ لکھا ہے جس میں تقی الدین انجم کے نام و مقام کا بیان ہے اور مدون کے ساتھ ان کے مشفقانہ تعلقات کو بڑی انکساری کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پر فاضل مرتب کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اظہار بھی ملتا ہے۔ فہرست عنوانات میں "اپنی بات" کے عنوان کے تحت تقی الدین انجم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جبکہ "مقدمہ" میں محمد اسلم ضیاء نے کتاب کے بارے میں

گفتگو کی ہے۔ نیز فنی محاسن اور فکری خوبیاں بیان کی ہیں۔ کلام کی ترتیب اس طرح درج کی گئی ہے:

حمد و نعت، نعتیہ قطعات، مرثیہ و سلام، غزلیں۔ غزلیں، نظمیں (جو امریکہ میں کہی گئیں)، فردیات، شخصی مرثیے، نظمیں۔ ۲، رباعیات، قطعات، فردیات اور قطعات تاریخ۔

ان موضوعات کی تفصیل بعد میں درج کی جائے گی۔ ابتداء میں، اپنی بات اور مقدمہ کے بارے میں چند باتیں ضروری ہیں۔ اپنی بات میں تقی الدین انجم رقمطراز ہیں۔

> "میں نے تقریباً ستر سال شعر اپنے 'دل بہلاوے' کے لیے کہے۔ ان کو چھپوانے کا خیال تک نہیں کیا۔ میرے نزدیک ہمارے ادب میں شاعری اپنے ارتقاء کی بلندی کو چھو رہی ہے۔ پھر میں اور میری کاوش، چہ معنی دارد۔"(3)

تقی الدین انجم آگے چل کر اپنی شعر گوئی اور آمد کا وقت، نیز شعر لکھنے میں اپنی لاپرواہی اور مجبوری کا ذکر کرتے ہیں جسے بیان کرنا ضروری ہے۔

> "شعر اکثر رات کو کہے، صبح بھول گئے، دوستوں کے مشورے سے قلم کاغذ تکیے کے نیچے رکھ لیا "آمد" عموماً ایسی صورت میں ہوتی جب کوئی پرزہ بھی ہاتھ نہ آتا، ڈاک کا لفافہ، اخبار کا ٹکڑا جو ہاتھ پڑا اس پر لکھ لیا، صبح کچھ پڑھا گیا کچھ نہیں۔ بازیافت مشکل ہوتی لیکن یہی غنیمت جانا کہ کچھ لکھا تو تھا، کوئی غزل شاذ یوری ہو سکی۔ غزلیں اکثر تین تین اور چار چار شعروں پر آکر دم توڑ جاتیں۔ آپ کتاب میں میری صاف گوئی کو محسوس کر لیں گئے۔"(4)

ان باتوں کا لکھا جانا اس لیے ضروری ہے کہ ان کی بدولت مرتب کی مشکلات اور محنت کا اندازہ لگایا جاسکے کہ موصوف نے ایک ایسی لاابالی شخصیت، جو اپنے فن و صلاحیت کے لیے زیادہ توجہ نہیں دے سکتی، کے کلام کو مرتب اور مدون کیا۔ یقیناً انہیں اخباروں، ڈاک کے لفافوں اور کاغذ کے ٹکڑوں کو سمیٹنا پڑتا ہوگا اور پھر جا کر تصحیح متن کے مراحل سے گزر کر ترتیب و تدوین میں لانا پڑتا ہوگا۔ مقدمہ میں فاضل مرتب نے شاعر کا تعارف کروایا ہے اور ساتھ ہی ترتیب و تدوین میں موصوف کے تعاون کا ذکر بھی کیا ہے۔ مقدمہ میں اسلم ضیاء شاعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "آپ قادرالکلام شاعر ہیں۔ آپ کی شعری تخلیقات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حمد و نعت، سلام و مرثیہ، غزل نظم، مثنوی، شخصی مرثیہ، قطعہ، رباعی غرض ہر صنف سخن پر محیط ہے۔"(5)

فاضل مرتب و مدون نے ترتیب کلام کے بارے میں خود وضاحت کی اور چند نقاط پیش کیے ہیں۔ ان کے مطابق بعض اصناف، جن میں غزلیات، رباعیات و قطعات شامل ہیں، میں اصنافی ترتیب رکھی گئی ہے جبکہ حمد و نعت، نظم اور مرثیے میں بلاامتیاز ہیت، موضوعاتی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔ یعنی مرتب نے دو طرح سے کلام کو ترتیب دیا۔

۱)    بالحاظ صنف:۔ غزل، رباعی و قطعہ

۲)    بالحاظ موضوع:۔ حمد و نعت، نظم اور مرثیے

تفصیلی ترتیب کو گزشتہ صفحے میں درج کر دیا گیا ہے جس میں فردیات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مرتب نے اپنی ترتیب کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے وہ کتاب کے مطالعے کے بعد درست ثابت ہوتا ہے۔۔مصنف نے اپنے مقدمہ میں ترتیبی نکات بیان کرنے کے بعد ہر صنف کا جائزہ اس ترتیب سے پیش کیا ہے۔

حمد و نعت۔ غزل۔ مرثیہ و سلام۔ قطعات۔ رباعیات؛ یہ وہ ترتیب ہے جس کے تحت مرتب نے آشوب شہرِ دل کا مقدمہ لکھا ہے۔ ان تمام اصناف میں موجود فنی و فکری خوبیوں کا عمدگی سے تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

مرتب نے حمد و نعت کی موضوعاتی نزاکت کے بارے میں بیان کرنے کے بعد شاعرِ موصوف کے ہاں نعتیہ کلام ہیں پائی جانے والی عاجزی انکساری (جو نعت لکھنے کے آداب کا فریضۂ اولین ہے) کو بیان کیا ہے اور ان کے قصیدہ کو طرز غالب میں ریختہ کہنے کی کوشش قرار دیا ہے۔ نعت میں الفاظ و تراکیب اور فنی محاسن کا ذکر نہیں کیا گیا البتہ اس کے موضوع کو مقدمہ نگار نے بحث کا مرکز بنایا ہے۔ نیز وہ کیفیات جو مختلف مواقع پر شاعر کے دل و دماغ پر طاری ہوتی تھیں کا بیان ہے اور اس طرح کے اشعار کی مثالیں بھی درج ہیں۔ حالانکہ انجم صاحب کی نعتوں میں تلمیح، تشبیہ اور الفاظ تراکیب عمدگی سے استعمال میں لائی گئی ہیں۔ مثلاً مجموعہ کی پہلی نعت کا آخری شعر ملاحظہ ہو:

دمِ آخر ہو میرے لب پہ ثنائے خواجہ
آخری نعت بہ جذبِ دلِ جامی لکھوں

ثنائے خواجہ اور بہ جذبِ دلِ جامی دونوں نہ صرف تراکیب ہیں بلکہ ساتھ ہی تلمیح بھی کہی جاسکتی ہیں کیونکہ ثنائے خواجہ اور جذبہ جامی دونوں میں تاریخی طور پر دو عظیم شعراء کے فارسی، نعتیہ کلام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

چند اور مثالیں دیکھیں جن کے محض مصرعے درج کیے جا رہے ہیں۔

ع    یاایہاالمدثر ہم سر برہنگاں

ع    یاایہاالمزمل یہ اطلس و حریر

ایک اور شعر ملاحظہ کریں۔

ہم وارثِ روایتِ بدر و حنین ہیں
ہم دیر کے خرابہ میں ہیں گنج شائگاں

درج بالا مصاریع اور شعر میں واضح تلمیحات موجود ہیں۔ شعر میں بدر و حنین اور مصاریع میں یاایہاالمدثر اور یاایہاالمزمل عربی

تراکیب اور آیات قرآنی کے ٹکڑے ہیں۔ لیکن فاضل مقدمہ نگار نے کلام کے محاسن لکھتے ہوئے کہیں بھی نعتیہ کلام بیں موجود اس طرح کی خوبیوں کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی مرثیہ و سلام کے محاسن کا مقدمہ کہیں بیان ملتا ہے۔ البتہ غزل کا خوب جی بھر کے تجزیہ کیا ہے۔ ابتداء میں لکھتے ہیں:

"انجم صاحب کی غزل میں میر کا سوز، غالب کی ندرت و لطافت اور حالی کی سادگی و سچائی یوں گھل مل گئی ہیں کہ ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔"(6)

انھوں نے اس اقتباس میں ظاہراً تو مبالغہ سے کام لیا ہے لیکن اگر انجم صاحب کی غزل کا غور سے معالعہ کیا جائے تو واقعتاً ایسی چنگاریاں نظر آتی ہیں جن سے ماضی کے ان شعلہ نوائوں کی طرف دھیان جاتا ہے اور ایک نئی چیز کا احساس بھی ہوتا ہے۔ مثلاً غالب کے انداز میں کہا گیا ایک شعر دیکھیں:

ساقی کا لطفِ خاص ہے رندوں کے حال پر
ہاں! ایک اور لغزش مستانہ چاہیے

میر کے اثر والا شعر دیکھیں:

اب جہاں خار ہیں سینہ تانے
یہاں سب پھول کھلا کرتے تھے

اک داستانِ درد ملے گی ورق ورق
یہ دفترِ حیات فقط بابِ گریہ تھا

یہ چند مثالیں مرتب کے مقدمہ سے ہی حاصل کی گئی ہیں۔ جو شاعر کے کلام کے تمام پہلوئوں سے جو غزل میں ہونے چاہییں، سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ مرتب نے اپنے مقدمہ میں تقی الدین انجم کی غزل کی ان تمام خوبیوں کا کھوج لگانے کی کامیاب کوشش کی ہے جو کلاسیکل غزل کا وصف خاص ہیں۔ اس طرح درج ذیل پہلوئوں کا عنوانات کے اندراج کے تحت فنی و فکری احاطہ کیا گیا ہے۔ عصری رجحانات، زندگی، تنہائی، غالب کے اثرات وغیرہ۔

اسلوب میں پہلے فنی عناصر کا بیان ہے جس میں تشبیہ، استعارہ، امیجری، رمز وایمائیت، محاورات کا برجستہ استعمال، رعایت لفظی معنوی، موسیقیت، طنز وغیرہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ نظام لفظیات میں سہ لفظی و چہار لفظی تراکیب کے علاوہ، وہ خاص الفاظ جو انجم صاحب کے کلام میں مخصوص علامات بن گئے ہیں، کا بیان کیا گیا ہے۔ فاضل نقادان کی نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انجم صاحب بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ مگر شاعری کی ہر صنف میں اپنی مہارت اور قادر الکلامی کا ثبوت دیا

ہے۔ نظم پابند، آزاد، مرثیہ، قطعات ور باعیات میں بھی آپ کی طبع رواں دواں ہے۔"(7)

مصنف نے ایسی مختلف نظمیں جو امریکہ میں کہی گئیں، کے چند نکات پیش کیے ہیں۔ جن میں وطن کی محبت کا احساس جھلکتا ہے بالخصوص آبائی شہر جھنگ کی محبت کا۔آشوبِ شہرِ دل اور نظم واپسی کے علاوہ نظم امریکہ کے ایک ہسپتال میں، کے اندر یہ احساس کچھ زیادہ ہی جلوہ گر ہے۔ مصنف نے نظمیں اور قطعات ور باعیات کا مختصر تجزیہ کیا اور چند سطور میں ان کی خوبیاں و خامیاں بیان کی ہیں، بلکہ خوبیاں ہی بیان کی ہیں۔ بقول امجد اسلام امجد:

" تقی الدین انجم کی شاعری ہماری شعری روایت کے باطن سے پھوٹی ہے اور یوں ان کے چمن شعر میں جتنے بھی گل ہائے رنگا رنگ کھلے ہیں سب ہی مانوس، دل پسند اور نظر نواز ہیں۔"(8)

مرتب کی دی گئی ترتیب گزشتہ صفحات میں درج کی گئی ہے لیکن ترتیب وتدوین اور مرتب و مدون کے فرائض کے بارے میں وضاحت، نیز ترتیب وتدوین کے حوالے سے ماہرین کی آراء کا بیان مقدمہ پر گفتگو کے دوران بیچ میں رہ گیا۔

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مرتب نے ترتیب وتدوین کے دوران کس حد تک ان اصولوں کو بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے اور اس میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ترتیب وتدوین ہے کیا، اس بارے میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"اردو میں تدوین متن سے زیادہ مقبول اصطلاح ترتیبِ متن ہے۔ دونوں قریب المعنی ہیں۔ ترتیب کے معنی کسی شے کے اجزاء کو مناسب تقدیم وتاخیر سے رکھنا ہے۔ تدوین کے معنی متفرق اجزاء کو اکٹھا کر کے ان کی شیرازہ بندی کرنا ہے۔ شعراء کے مجموعہِ کلام کو اسی لیے دیوان کہا گیا ہے کہ ان میں غزلیں اور نظمیں جمع کی جاتی تھیں۔ متفرق اور منتشر چیزوں کا یکجا مدون کرنے کی مثال جواہر خسروی میں خسرو سے منسوب ہندی (اردو) کلام کو جمع کرنا ہے، یا اقبال کے متفرق منسوخ کلام کو باقیات اقبال کے نام سے اکٹھا کرنا ہے یا کالی داس گپتا رضا کا چکبست کے متفرق مضامین کو مقالاتِ چکبست کی شکل دینا ہے۔ چونکہ مجتمیں کرنے میں بھی ایک ترتیب سے کام لیا جاتا ہے اس لیے اس باب کے موضوع کی حد تک ترتیب وتدوین میں کوئی فرق نہیں۔ ترتیب ایک عام لفظ ہے اور تدوین کا تعلق کتابوں سے ہے اس لیے اس اصطلاح کو ترجیح ہے۔"(9)

اس تعریف کی روشنی میں دیکھا جائے تو ترتیب چونکہ عمومی چیزوں کو تقدیم وتاخیر سے رکھنے کا نام ہے خواہ وہ کسی بھی شعبہ کی اشیاء سے متعلق ہوں جبکہ تدوین خاص طور پر کتابوں اور مجموعوں وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لفظ دیوان بھی تدوین مدون وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اس لیے اس کتاب کو تدوینِ متن کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں فاضل مرتب نے ایک خاص ترتیب کے تحت دو مختلف طریقوں سے کلام کو جمع کیا ہے۔ لیکن تدوین ایسے جمع شدہ کلام کو کہا جاتا ہے جس میں مرتب و مدون نے کلام کے بارے میں اختلافی آراء دی ہوں نیز وہ کلام کئی

مختلف روایتوں سے حاصل کیا گیا ہو اور پھر ان روایتوں میں سے کسی ایک کو معتبر مان کر شاملِ کتاب کیا جائے اور اس پر مرتب اپنی رائے بھی درج کرے کہ اس نے اس روایت کو کس بنیاد پر درست تسلیم کیا ہے۔ایسی صورت میں تدوین کلام کہا جائے گا اور ایسا کرنے والے کو "مدون" کہا جائے گا۔ لیکن اسلم ضیاء کے اس کام کی نوعیت دوسری طرح کی ہے، انھوں نے منتشر کلام کو اکٹھا کیا اور خوش قسمتی سے شاعر تقی الدین انجم اس وقت حیات تھے لہذا جمع شدہ کلام تصحیح متن کے بعد شاعر موصوف کو دکھایا گیا اور کتاب کے پیش لفظ کے طور پر "اپنی بات" کے عنوان سے ان کی رائے بھی مجموعہ میں شامل کی گئی۔اس لیے ان کا یہ کام ترتیب کلام کے زمرے میں آتا ہے اور انھیں مرتب کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

فاضل مرتب نے دو مختلف طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے کلام کو جمع کیا ہے یعنی بالحاظ اصناف اور بالحاظ موضوع انھوں نے کئی ایک مختلف اصناف کو جمع کر کے ترتیب دی ہے۔ان کے کام میں کہیں جھول نظر نہیں آتا۔ متن صاف اور واضح ہے۔اس کے لیے ان کی تحقیقی صلاحیتوں کی داد دینا پڑتی ہے کیونکہ جس طرح ترتیب و تدوین کا آپس میں ہم معنی ہونے کے ساتھ ساتھ واضح اختلاف بھی ہے اس طرح تحقیق کا ترتیب اور تدوین کے لیے ہونا بے حد ضروری ہے۔بقول رشید حسن خان

> "اگر ایک شخص صحیح طریقے سے حقائق کا کھوج لگانے، مناسب انداز سے واقعات کو ترتیب دینے اور خالص منطقی ڈھنگ سے نتائج نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ متن کو بھی پورے آداب کے ساتھ مرتب کر سکتا ہے۔اس سے اس کی تحقیقی صلاحیت پر حرف بھی نہیں آتا۔ تحقیقی کام کرنے والے کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ ترتیب متن پر بھی اسی طرح دسترس رکھتا ہو البتہ تدوین کا کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو آدابِ تحقیق سے بھی اسی قدر واقفیت ہو اور لگاؤ بھی ہو اس کے بغیر ،تدوین کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔"(10)

ان آراء سے جمع و تدوین کا کام کے دوران پیش آنے والی مشکلات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔اسی لیے تحقیق کی اس قسم کو خالص تحقیق کا نام دیا جاتا ہے۔ چیزوں کا کھوج لگانا، حقائق تک رسائی حاصل کرنا، حالات و واقعات سے باخبر ہونا، شخصیت کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ لگانا وغیرہ جیسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر موادِ متن مل جانے پر بھی کام ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد اور بھی مراحل ہیں جن کو طے کرنا پڑتا ہے گویا بقول شاعر "ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں" والی کیفیت ہوتی ہے۔ایسی ہی مشکلات کے بارے میں رشید حسن خان اپنے مضمون میں بتاتے ہیں:

> "حواشی، مقدمہ، متن کا زمانہ تصنیف، مصنف اور اس کے عہد سے متعلق ضروری معلومات، داخلی شواہد کا تعین اور ایسی بہت سی باتیں ہوں گی جن سے ایسا کوئی شخص عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جو تحقیق سے کماحقہ آشنا نہ ہو اور طبعاً اُس سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ جو شخص تحقیقی مزاج نہیں رکھتا وہ تدوین کا کام انجام نہیں دے سکتا۔"(11)

اگر فاضل مرتب کی دی گئی ترتیب (بالحاظ اصناف و بالحاظ موضوع) کا مختلف اصناف کی تعداد کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو کچھ یوں بنتی

ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| (۱)حمد و نعت | تعداد ۱۴ | (۲) | نعتیہ قطعات | تعداد ۰۸ | |
| (۳)مرثیہ و سلام | تعداد ۱۲ | (۴) | نظم کربلا و سلام | تعداد ۰۲ | |

مذہبی شاعری کے بعد دوسری اصناف کو درج ذیل ترتیب سے شامل کیا گیا ہے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| (۱)غزلیں | تعداد ۶۳ | (۲) | غزلیں نظمیں، جو امریکہ میں کہی گئیں | تعداد ۱۵ |
| (۳)فردیات | تعداد ۰۶ | (۴) | شخصی مرثیے | تعداد ۰۲ |
| (۵) نظمیں/مرثیے بیگم کی بیماری اور موت پر لکھے گئے | تعداد ۰۳ | | | |
| (۶) نظمیں۔۲ | تعداد ۰۹ | (۷) | رباعیات | تعداد ۰۳ |
| (۸)قطعات | تعداد ۲۵ | (۹) | فردیات | تعداد ۳۹ |
| (۱۰)قطعات تاریخ | تعداد ۰۴ | | | |

فردیات کو دو علیحدہ مقامات پر جگہ دی گئی ہے۔اولاً صفحہ نمبر ۱۶۸ پر جبکہ دوسرے جگہ تقریباً کتاب کے آخر میں۔پہلے میں چھ فردیات جبکہ دوسرے میں انتالیس تعداد ہے۔اس طرح کل فردیات کی تعداد پینتالیس بنتی ہے۔ان تمام مراحل سے گزرنے والا شخص ہی ایک اچھا مرتب کہلا سکتا ہے جبکہ آشوب شہرِ دل کا مرتب ایسی خوبیوں کا مالک ہے۔

حمد و نعت والے حصہ میں ایک قصیدہ بعنوان قصیدہ در نعت نبی کریم ﷺ و منقبت آل عباء، کے تحت دیا گیا ہے۔اس میں قصیدہ کے ارکان یعنی تشبیب، گریز، مدح، دعا و عرض تمنا وغیرہ کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے بلکہ براہ راست مدح شروع کی گئی ہے۔اسے قصیدہ کی جدت قرار دیا جا سکتا ہے جیسے حالی نے مرثیہِ غالب میں جدت طرازی کی حیرت انگیز مثال قائم کی۔اس قصیدہ کی خاص بات صرف تین حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔پہلے حصہ میں مدح رسول ﷺ، دوسرے میں ان کی مدحت کا دوسرا پہلو آل عباء جبکہ تیسرا حصہ فقط امام عالی مقام کی مدحت پر مشتمل ہے۔فاضل مرتب نے بڑی خوبصورتی سے متن کو پیش کیا ہے۔کہیں پر بھی اسے پڑھنے، سمجھنے میں کمی محسوس نہیں ہوتی جس کا گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کے نعت و منقبت اور سلام میں شاعر کی فنی و فکری خوبیوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے حالانکہ شاعر نے نعت میں ایسی جذب و مستی دکھائی ہے کہ پڑھنے والا بعض دفعہ چونکتا ہے۔مثلاً مددے، کی ردیف کے تحت لکھی جانے والی مدحت کا ایک شعر دیکھیں

کم تر اسفل وادنی ء خلائق ہوں میں
بر تر و افضل واعلیٰ ء دو عالم ،مددے

اس خوبصورت شعر میں نا صرف صنعت تضاد خوبصورتی دکھا رہی ہے بلکہ لف و نشر کی کیفیت بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ کم تر، اسفل، ادنیٰ خلائق کے مقابلے میں آقائے دوعالم ﷺ کی صفات حسنہ کے لیے الفاظ بالکل ان کے بر عکس لائے گئے ہیں۔ یعنی بر تر، افضل، اعلیٰ دوعالم، یہ جذب و مستی کا اپنا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسی کیفیت کا اہتمام کر دیا ہے۔ فاضل مرتب نے شاید مقدمہ طول نہ دینے کے لیے ان خوبیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اس لحاظ سے یہ ایک کمی ضرور ہے جو کھٹکتی ہے۔ ایک سلام میں استعمال ہونے والی ردیف "کے لیے" ہے۔ مطلع کے اندر اس ردیف کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ مطلع یوں ہے:

کربلا نے جب قدم اس شاہِ والا کے لیے
اک سند ہے سرفرازی کی ،یہ صحرا کے لیے
قدم لینا محاورہ ہے جسے غالب نے بھی برتا ہے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری جو شامت آئی
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

انجم صاحب نے بھی قدم لینا کو خوب برتا ہے اور غالب کا اتباع کیا ہے۔ تقی الدین انجم کے اسی سلام کا ایک اور نہایت عمدہ شعر کچھ ایسے ہے

اک فراتِ درد ،دل کی کربلا میں اے حسینؑ
آج بھی جاری ہے تیرے نام لیوا کے لیے

فاضل مرتب کی ایک اور خوبی ہے کہ انھوں نے شاعر موصوف کے جمع شدہ کلام (نعت، سلام، غزل وغیرہ) کے نیچے اس کا سن تصنیف اور تاریخ لکھنے کا بطور خاص اہتمام کیا ہے۔ جس سے شاعر کے فکری ارتقاء اور رجحاناتِ شعری کا علم ہو سکتا ہے۔ چند ایک غزلوں اور نظموں کے سوا اکثریت کی تاریخ نگارش لکھ دی گئی ہے اور اکثر و بیشتر کلام کے لکھے جانے والے شہر کا نام بھی درج کر دیا یعنی جس شہر یا ملک میں قیام کے دوران کلام تحریر کیا گیا اس شہر اور ملک کا نام درج ہے۔

قطعات ور باعیات کے اندراج کے وقت رباعی اور قطعہ دونوں کی بحروں کے لحاظ سے فرق اور صنفی فرق کا خیال رکھا گیا ہے اور اس میں خلط نہیں ہونے دیا۔ عموماً قطعہ اور رباعی میں تمیز کرنا عام قاری کے لیے مشکل عمل ہوتا ہے اس لیے مرتب نے رباعیات کو قطعات سے الگ شاملِ کتاب کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس ترتیب کے مطابق مدون کیے گئے کلام (اصناف) پر بات ہو گی جس سے فاضل مرتب کے طریقہ تدوین و ترتیب کے محاسن معائب پتہ چل سکے گا۔ اسلم ضیاء نے متن کی ترتیب درج ذیل عنوانات کے تحت دی ہے۔ اپنی بات اور مقدمہ کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں۔

(۱)حمد و نعت صفحہ نمبر ۷ ۲تا ۴۸ (۲)نعتیہ قطعات صفحہ نمبر ۵۱تا ۵۴

(۳)مرثیہ و سلام صفحہ نمبر ۵۷تا ۶۳ (۴)غزلیں صفحہ نمبر ۶۷تا ۱۴۲

(۵)غزلیں نظمیں (امریکہ میں کہی گئیں) صفحہ نمبر ۱۴۵تا ۱۶۸

(۶)فردیات صفحہ ۱۶۸

(۷)شخصی مرثیے صفحہ نمبر ۱۷۳تا ۱۸۵، ۱۷۹ (بیگم نگہت نسیم کی بیماری اور وفات والی نظمیں)

(۸)نظمیں۔۲ صفحہ نمبر ۱۷۹تا ۲۰۷ (۹)رباعیات صفحہ نمبر ۲۱۱تا ۲۱۲

(۱۰)قطعات صفحہ نمبر ۲۱۵تا ۲۲۷ (۱۱)فردیات صفحہ نمبر ۲۳۰تا ۲۴۲

(۱۲)قطعات تاریخ صفحہ ۲۴۶تا ۲۴۸

ایک مشکل جو کسی بھی مرتب کے لیے کئی ایک مشکلات کا باعث بنتی ہے وہ اسلم ضیاء کو پیش نہیں آئی یعنی جب انھوں نے اس کتاب کو ترتیب دیا تو اس وقت تقی الدین انجم زندہ و سلامت تھے نیز مرتب بذات خود انجم صاحب کے شاگردوں میں رہے ہیں۔اس لحاظ سے کئی ایک باتوں کے بارے میں وہ بخوبی آگاہ تھے جبکہ جہاں پہ مشکل پیش آتی تھی وہ انجم صاحب کی رائے معلوم کر لیتے تھے۔دوسرا، متن بھی کوئی قدیم نہ تھا نہ ہی زبان غیر معروف تھی جس کے لیے فاضل مرتب کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے جیسے عموماً متون کی تدوین کے وقت ایک مدون کو کرنا پڑتا ہے۔پھر بھی ترتیب و تدوین متن کوئی معمولی کام نہیں۔متن قدیم ہو یا جدید بہر حال ایک مرتب کو کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس کے لیے ایک مرتب و مدون کے اندر مخصوص اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں

> "تدوین کے کام کرنے والے میں کئی اوصاف کا ہونا ضروری ہے عموماً پرانے متون ہی کی تدوین کی جاتی ہے۔اس لیے اس کام کو وہی ہاتھ میں لے جسے قدیم ادب اور قدیم علوم سے دلچسپی ہو، نیز جس نے قدیم مخطوطات اور مطبوعات کا کافی مطالعہ کیا ہو۔چونکہ پرانے ادیبوں کے متعلق حالات فارسی تذکروں اور تاریخوں میں ملتے ہیں اس لیے مدون کو فارسی زبان کی معلومات ضروری ہیں جس مصنف کے متن کی تدوین کی جائے پہلے اس کے بارے میں مواد سے آگہی بہم پہنچا لینی چاہیے۔مصنف کی جملہ تحریروں کو دیکھے اور اس کے متعلق جو کتابیں اور مضامین ملتے ہیں انھیں پڑھ جائے پھر مصنف کے دوستوں، شاگردوں اور عزیزوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیے۔اُس دور کے تاریخی اور سیاسی ماحول کو گرفت میں لائیے، اس دور معاصر اردو ادب نیز ما قبل ادب پر بھی آپ کی نظر ہونی چاہیے۔"(12)

گیان چند کے دیے گئے اقتباس کے مشمولات پر نظر کی جائے اور اسلم ضیاء کی تدوین پر بات کی جائے تو اس اقتباس میں جو مشکلات بتائی گئی ہیں، فاضل مرتب کو ایسی مشکلات کا سامنا نہ تھا۔کیونکہ ان کے پیش نظر جو کام تھا اس سے متعلق شخصیت موجود تھی پھر فاضل

مرتب بذات خود شاعر کے قریبی عزیزوں میں شامل تھے۔ہاں !البتہ جیسے انجم صاحب نے آشوبِ شہرِ دل میں "اپنی بات" کی ذیل میں جو کچھ کہااس سے اسلم ضیاء کی مشکلات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔یعنی ان کا بیشتر کلام ادھورا تھا نیز خط کے لفافوں،اخباروں اور مختلف کاغذ کے ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔ایسے کلام کو مجتمع کرنا ایک محنت طلب کام ضرور تھا جسے فاضل مرتب نے انتہائی دیانتداری اور محققانہ کاوشوں کی بدولت جمع کیااور بعد ازاں ایک خاص ترتیب کے ساتھ اسے مدون کیا۔ نیز مرتب و مدون کے اوصاف کے بارے میں جن کا ذکر ڈاکٹر گیان چند نے کیا ہے وہ اسلم ضیاء میں موجود تھیں۔ڈاکٹر گیان چند کی رائے ہے

> "منظومات کے مدون کو مجموعے کی مختلف اصناف کی ہیئتی خصوصیات اور معنوی روایات سے واقفیت ہونی چاہیے ۔اس کے علاوہ عروض کی واقفیت بھی ناگزیر ہے۔ عروضی حس ذریعے وہ مصرعے کے غیر موزوں متن کی گرفت کر کے اس کی تصحیح کر سکے گا۔ علمِ قافیہ،علمِ بدیع اور علمِ تاریخ گوئی کی واقفیت بھی مفید ثابت ہو گی۔تاریخ نکالنے کے مختلف طریقوں کی معلومات ہوں تو اس سے قطعات تاریخ کا متن صحیح تر لکھا جائے گا۔"(13)

اسلم ضیاء بنیادی طور پر ایک ماہرِ علمِ عروض ہیں۔ان کی کتابیں علمِ عروض اور اردو شاعری،اقبال کا شعری نظام اور بیشتر مضامین جن میں اصول قواعد تقطیع،کلام فیض کا عروضی تجزیہ اور کلام مجید امجد کا عروضی تجزیہ شائع ہو چکے ہیں۔اس فاضل مرتب و مدون ان تمام اوصاف کے حامل ہیں جو ایک مدون میں ہونے چاہییں ۔جن کا ذکر ڈاکٹر گیان چند کے درج بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔ لہذا ان کو ترتیبی وتدوینی مراحل سے گزرنے میں یقینا اتنی مشکلات پیش نہیں آئی ہوں گی جتنی ایک عام مرتب کو آسکتی ہیں۔عام طور پر، شعری متن خواہ قدیم ہو یا جدید اس کی زبان عام فہم ہو یا مشکل مرتب کے لیے کئی ایک مسائل ہوتے ہیں۔املاء، تلفظ اور رسم الخط وغیرہ کے سلسلے میں کافی احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے،ذرا سی کوتاہی معنی کو بدل دیتی ہے اور مفہوم شعر کہیں سے کہیں جانکلتا ہے جو ایک قسم کی تحقیقی خیانت کے زمرے میں آتا ہے اور شاعر کے ساتھ ناانصافی کا باعث بنتا ہے۔ لہذا عام طور پر مدون کی مشکلات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اردو میں کوئی ایسی املاءاور رسم الخط پر کتاب نہیں ملتی۔بقول ڈاکٹر گیان چند

> "اتفاق سے اردو میں ابھی تک رسم الخط اور املاء کے ارتقاء پر کوئی کتاب تیار نہیں کی گئی۔اس کام کو وہی آزمودہ کار محقق کر سکتے ہیں جن کی نظر سے ہزاروں مخطوطے گزر چکے ہوں۔"(14)

تقی الدین انجم کی شاعری الفاظ و تراکیب کا مرقع ہے۔انھوں نے اپنی شاعری میں جدید و قدیم تراکیب اور تشبیہات واستعارت کے علاوہ غالب اور دوسرے عظیم شعراء کے کلام کے ٹکڑے اپنی نظموں میں کھپائے ہیں اور انھیں انتہائی مہارت سے اپنے الفاظِ شعر کے ساتھ جوڑ کر نئے معنی نکالے ہیں اور وہ اس کوشش میں کافی کامیاب رہے ہیں۔ لہذا اسلم ضیاء نے ان تراکیب کو پوری صحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور الفاظ کو پڑھنے میں، تلفظ ادا کرنے میں ایک قاری کو مشکل پیش نہیں آتی۔چونکہ انجم صاحب کی شاعری میں گہرائی و گیرائی دونوں

موجود ہیں۔اس لیے مفہوم شعر تک اگر کوئی اپنی کم فہمی کی بدولت نہیں پہنچ پاتا تو یہ اس کی اپنی خامی ہے۔فاضل مرتب نے بڑی محنت سے صحت متن کا خیال رکھا ہے۔ان کے سامنے کوئی قدیم متروک رسم الخط نہیں تھاالبتہ تراشوں اور ٹکڑوں کا سمیٹنا پڑتا تھا۔ماہر عروض ہونے کی وجہ سے تھوڑا بہت وزن کا عیب نکال لیتے ہوں گے لیکن ایک بات طے ہے کہ تقی الدین انجم بذات خود ایک ماہر اور کہنہ مشق شاعر تھے اور ان کا کلام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس لیے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ کہیں پر عروضی حوالے سے عیب موجود ہوں گے۔کلام کو ترتیب دیتے وقت مرتب نے قدیم طرز اور جدید طرز دونوں کو استعمال کیا ہے یعنی حمد و نعت کو اولیت دی ہے۔نعتیہ قطعات کو بھی پہلے شامل کیا ہے، بعد ازاں مرثیہ و سلام کو شامل کیا ہے جو آلِ عبا پر ہیں۔یہ ترتیب تقریباً صنفی و موضوعاتی طریقہ ءقدیم سے متعلق ہے۔بعد میں غزل اور نظم میں اور امریکہ میں کہی گئی غزلیں اور نظمیں علیحدہ شامل کی ہیں۔فردیات جو کم تعداد ہیں، یہ بھی چونکہ امریکہ میں کہے گئے ہیں لہذا انھیں بھی اسی حصے میں شامل کیا گیا ہے۔

شخصی مرثیے میں تین شخصیات پر مرثیے لکھے ہیں جن میں سے دو مرثیے انھوں نے اپنے دوست ماہرین تعلیم کی موت پر لکھے جن میں پروفیسر محمد حیات خان سیال اور پروفیسر عبدالستار چاولہ پر ایک ایک مرثیہ ہے جبکہ اپنی بیوی کی علالت اور وفات پر چار نظمیں مرثیہ کے حصے میں ہی شامل کی گئی ہیں۔ نظمیں۔۲، پہلے ایسی نظمیں کتاب میں غزل کے ساتھ شامل کی گئی ہیں جو امریکہ ہیں قیام کے دوران تخلیق ہوئیں اسی لیے نظمیں۔۲ کے الگ عنوان کے تحت ۹ منظومات مزید شامل کی گئی ہیں۔رباعیات کی تعداد صرف تین ہے جبکہ قطعات ۲۵ ہیں۔قطعات کے بعد فردیات کی تعداد ۳۹ ہے۔قطعات تاریخ کی تعداد ۴ ہے۔ان قطعات میں تین شخصیات کی وفات پر ہیں جب کہ ایک تاریخ قیام پاکستان پر ہے۔شخصیات میں آغا نو بہار علی، پروفیسر خلیل اللہ خان اور آغا شورش کاشمیری کی وفات پر تاریخ قطعات لکھے گئے ہیں جبکہ ایک قطعہ تاریخ قیام پاکستان پر ہے۔

فاضل مرتب نے اپنے علوم سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تمام اصناف کو صنفی اور موضوعاتی ترتیب کے ساتھ مدون کیا ہے۔ اسلم ضیاء ماہر علمِ عروض ہونے کے ساتھ ساتھ خود اچھے شاعر بھی ہیں اس لیے انھیں تدوین کلام میں کئی اعتبار سے فطری سہولتیں حاصل تھیں۔ایک بڑی سہولت شاعر کا زندہ سلامت ہونا بھی موصوف کے لیے غنیمت تھا۔اسی لیے آشوبِ شہرِ دل خوبصورت طریقے سے مدون ہو کر حلقہ ادب میں پیش ہوئی۔کتاب کے مقدمہ میں مرتب نے انجم صاحب کے فطری تساہل اور بڑھاپے کو ان کے کلام کے شائع نہ ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔اگرچہ "جامہ حرف "انجم صاحب کا پہلا مجموعہ کلام تھا جسے محمد حیات خان سیال نے ترتیب دیا تھا۔لیکن بعد میں بہت کچھ لکھا گیا جس میں سے بیشتر شاعر کے تساہل اور لاپرواہی کی نظر ہو گیا۔اس لحاظ سے اسلم ضیاء کو اس کاوش پر داد دینا پڑتی ہے کہ اس بچے کھچے خزانے کو محفوظ بنا دیا۔کسی بھی فنکار کا فن خواہ کسی بھی نوع کا ہو، قوموں کا سرمایا ہوتا ہے اور شاعر و ادیب اور فنکار قوم کے لیے باعث فخر ہوتے ہے لہذا ان کے فنی و فکری سرمائے کی حفاظت ان کی قوم پر فرض ہوتی ہے۔جسے کسی نہ کسی نے ادا کرنا ہوتا ہے اور ایسا شرف خاص

لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ تقی الدین انجم کا کلام پڑھنے کے بعد واقعتاً احساس ہوتا ہے کہ ایسا گہر آبدار گمنامیوں کی تہوں میں پڑا تھا اور شہرت سے بے نیاز تھا جس کا کلام فاضل مرتب کے بقول

"ڈاک کے لفافوں، کاغذ کے پرزوں اور چند ڈائریوں میں بے ترتیب لکھا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے مسودہ کی شکل دی، فکر و فن کے لحاظ سے اس کا جائزہ لیا اور اپنی تجاویز کے ساتھ مسودہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔"(15)

مشکلات کی ایک اور صورت یہ سامنے آئی کہ انجم صاحب نے مسودے پر نظر ثانی بھی کی اور بعض مصرعوں میں تبدیلی بھی کی لیکن کہیں کہیں مجبوری کا اظہار کر دیا۔ اشاعت کے معاملے میں طرح دینے لگے اور بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ اس سے ایک بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مجموعہ شاعر کا نظر ثانی شدہ ہے لہذا اس کی ثقاہت پر کسی شک کی گنجائش نہیں۔ پھر جہاں شاعر موصوف نے مجبوری کا اظہار کیا یقیناً فاضل مدون نے اپنی عروضی اور شاعرانہ مہارتوں کو بروے کار لاتے ہوئے اس مجبوری کا ازالہ کر دیا ہوگا۔ ان کی مدت تخلیق کا دورانیہ ساٹھ برس بنتا ہے۔ امجد اسلام امجد کتاب کے فلیپ میں لکھتے ہیں

"پروفیسر تقی الدین انجم ایک کہنہ مشق اور بزرگ شاعر ہیں۔ ان کی تخلیقی عمر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس مجموعے میں ۱۹۴۱ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک کا کلام شامل ہے۔ اور یہ مدت تقریباً ساٹھ برس بنتی ہے۔"(16)

شاعر موصوف کا ایک مجموعہ جامہ حرف ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے شاید امجد اسلام امجد کو مغالطہ ہوا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ کچھ باقیات اس مجموعہ (آشوبِ شہرِ دل) میں شامل ہو گئی ہوں گی۔ تقی الدین انجم علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہم جماعتوں اور دوستوں میں جو لوگ شامل رہے ان کے نام پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قسم کے علمی و ادبی ماحول میں رہے۔ یہی اثرات ان کی شاعری پر بھی واضح دکھائی دیتے ہیں جہاں اساتذہ کا رنگ سخن جگہ جگہ جھلکتا دکھائی دیتا ہے موصوف قمر بدایونی سے متاثر تھے اور شکیل بدایوانی کے ہم جماعت تھے۔ راز مراد آبادی کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہتے تھے۔ علی گڑھ کے دوستوں میں جاں نثار اختر، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (جو موصوف کے بہنوئی بھی تھے)، ڈاکٹر صفدر حسین، علی سرتاج جعفری، معین احسن جذبی، اور شان الحق حقی شامل تھے۔ اسی لیے ان کی شاعری میں ان کے مصاحبین کی صحبت کا اور ماحول کا اثر جھلکتا ہے۔ افتخار عارف لکھتے ہیں:

"پروفیسر انجم کی ہر غزل کا ہر مصرعہ کلاسیکی شعری روایت سے ان کی گہری شیفتگی کی گواہی دیتا ہے۔ وہ جدید عصری تقاضوں سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ شعور اور ادراک کی یہ روجذبے اور احساس سے گزرتی ہوئی لفظ میں منعکس ہوتی ہے تو اس کے وقار اور اعتبار میں اضافہ کرتی ہے۔ کتاب کا کوئی ورق ایسا نہیں ملے گا جہاں کوئی نیا خیال، کوئی روشن لفظ، کوئی دل آویز لہجہ آپ کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔"(17)

شاعر کا کلام پڑھ کر افتخار عارف کا ایک ایک لفظ سچائی کا بھرپور عکاس بنتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے کئی ایک مشاہیر ادب اور ناقدین

نے فاضل مرتب محمد اسلم ضیاء کو خطوط اور تبصروں کی صورت میں مبارکبادیں بھیجیں کہ انھوں نے ایک انتہائی اہم کام سرانجام دیا ہے اور اردو شعر وادب میں خوبصورت اضافہ کیا ہے۔ غزل میں انجم صاحب کی ایک کمزوری صاف دکھائی دیتی ہے جس کا انھوں نے "اپنی بات" میں بذات خود تذکرہ بھی کیا ہے کہ ان کی اکثر غزلیں تین یا چار اشعار پر دم توڑ جاتی ہیں۔ غزلیں دو حصوں میں ہیں۔ایک غزلیں کے عنوان کے تحت اور دوسرا امریکہ میں کہی غزلیں اور نظمیں، دونوں جگہوں پر یہ دم ٹوٹتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایسی غزلوں کی تعداد کو دیکھا جائے تو درج ذیل ترتیب بنتی ہے۔

دو اشعار کی غزلیں: چار غزلیں صرف دو، دو اشعار پر مشتمل ہیں۔

تین اشعار کی غزلیں: گیارہ غزلیں تین، تین اشعار کی ہیں۔

چار اشعار کی غزلیں: پندرہ غزلیں چار، چار اشعار پر مبنی ہیں۔

جبکہ امریکہ میں لکھی گئی غزلوں میں بھی ایک غزل دو اشعار کی اور ایک غزل چار اشعار کی ملتی ہے۔ غزل کی تعریف میں ماہرین کی رائے یہ ہے کہ اسے کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سے پندرہ اشعار پر مشتمل ہونا چاہیے۔ کیا تقی الدین انجم کے ان اشعار کو غزلیں کہا جاسکتا ہے؟ جنھیں فاضل مرتب نے حصہ غزل میں ہی لکھ کر شامل کتاب کیا ہے۔اس لحاظ سے مدون کا ذاتی نقطہ نظر نہیں بلکہ شاعر کی اپنی مرضی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کیوں کہ اس کا اظہار "اپنی بات" میں شاعر موصوف نے غزل کہہ کر ہی کیا ہے۔ کہ اکثر غزلیں تین، چار اشعار پر ہی دم توڑ دیتی ہیں۔ لیکن یہاں تو کچھ غزلیں دو اشعار پر بھی دم توڑتی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ امر مرتب کی پیشہ وارانہ دیانت داری کا ثبوت ہے کہ انھوں نے اس اصول کو مد نظر رکھا ہے کہ مصنف یا شاعر کی رضامندی کے مطابق کسی بھی صنف سخن کو ترتیب دینا محقق و مدون کا فرض اولین ہے۔اس لحاظ سے فاضل مرتب نے اپنی دیانتداری ثابت کر دی ہے۔انھوں نے زمانی ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے ایسی چھوٹی، کم اشعار والی غزلوں کو دوسری غزلوں کے درمیان میں ہی رکھا ہے حالانکہ ایسی غزلیات کو وہ علیحدہ بھی نامکمل غزلوں کے عنوان سے درج کر سکتے تھے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

غزلیات انجم کے فکری و فنی محاسن پر فاضل مرتب نے خوب لکھا ہے۔ کلاسیکل غزل کے ناگزیر اسلوب کا جائزہ پیش کیا ہے اور تشبیہ و استعارہ، امیجری، رمزیت و ایمائیت (جو غزل کی جان ہوتی ہے)، محاورات کا خوبصورت استعمال، بے ساختہ اظہار، رعایتِ لفظی و معنوی، موسیقیت اور طنز کے علاوہ زبان و بیان کے اعتبار سے شاعر کے نظام لفظیات پر کھل کر بحث کی ہے۔ نظام لفظیات کے بارے میں لکھتے ہیں

> "جب ہم آپ کے نظام لفظیات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ و تراکیب سازی سے آپ کو خصوصی دلچسپی ہے۔آپ تراکیب کی نمائش نہیں کرتے بلکہ وہ جزوِکلام بن جاتی ہیں۔"(18)

فاضل مرتب نے دو لفظی تراکیب کو چھوڑ دیا ہے اور سہ لفظی اور چہار لفظی تراکیب کو بیان کیا ہے نیز بعض ایسے الفاظ جن سے شاعر اپنے ذاتی لگائو کی بدولت کئی تراکیب بناتے ہیں، کا بیان کیا ہے۔ ایسے الفاظ میں "حسن" اور "درد" قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام خصوصیات خط کشید کر کے لکھی گئی ہیں مثلاً جہاں رمزیت ہے اسے خط کشید کیا ہے۔ رعایتِ لفظی و معنوی سمیت دیگر تمام فنی محاسن کو اسی طریقے سے واضح کیا گیا ہے۔ شاعر کی فنی و فکری خوبیوں کو دیکھتے ہوئے امجد اسلام امجد کی رائے ذہن میں آتی ہے:

> "انجم یوں تو کلاسیکی مزاج کے شاعر ہیں جو زندگی کو کچھ طے شدہ اقدار کے حوالے سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں اور اس حوالے سے ان کی ابتدائی شاعری پر اقبال اور محروم دونوں کا اثر نظر آتا ہے۔ آگے چل کر انھوں نے آزاد نظمیں بھی لکھیں اور کئی دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی لیکن ان کا اصل میدان غزل ہی ہے۔"(19)

لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اسلم ضیاء نے جس طرح انجم کی شاعری کے محاسن اجاگر کیے ہیں وہ اس رائے اور کلامِ تقی الدین کی روشنی میں سو فیصد درست ہیں۔

نظمیں کے عنوان کے تحت چند مزید نظمیں شامل کتاب کی گئی ہیں۔ فاضل مرتب نے ابتداء میں بیان کر دیا تھا کہ انھوں نے دو طرح کی ترتیب کی ہے۔ ایک صنفی اور دوسری موضوعاتی، گویا کتاب میں دونوں طرح کی ترتیب دکھائی دیتی ہے اور غزل، نظم پابند، نظم معرا، نظم آزاد، قطعہ و رباعی اور فردیات کے لیے بڑے خوبصورت اہتمام کے ساتھ اصناف کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ گویا نہ ترتیب کے لحاظ سے اور نہ ہی تحقیق کے لحاظ سے کسی طرح کی کوئی خامی دکھائی دیتی ہے۔ فاضل مرتب نے تمام کلام کو بڑی خوبی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ عمدہ جلد، پرنٹنگ اور خوبصورت فلیپ کتاب کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔ مقدمہ کے اندر اسلم ضیاء کا اسلوب خوبصورت اور شاعرانہ ہے محققانہ نہیں۔

چند نمایاں خامیاں ان کی اس مرتب کردہ کتاب میں بڑی واضح ہیں۔ مثلاً انھوں نے اس کی فرہنگ نہیں بنائی نہ ہی کوئی اشاریہ لکھا ہے۔ اشاریہ تو اتنا ضروری نہیں البتہ فرہنگ کتاب کی اہم ضرورت ہے کیوں کہ تقی الدین انجم کے کلام میں ایسی تراکیب اور الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کو سمجھنے کے لیے فرہنگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے اس کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ نیز فاضل مرتب نے مقدمہ کے اندر غزل کے علاوہ کسی صنفِ سخن کا تنقیدی جائزہ نہیں لیا اور نہ ہی اس کے فنی و فکری محاسن گنوائے ہیں۔

## حوالہ جات

1. گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، سیونتھ سکائی پبلیکشنز، جنوری ۲۰۱۴ء، ص ۳۸۶
2. افتخار عارف، فلیپ، آشوب شہر دل، مرتبہ محمد اسلم ضیاء جولائی ۲۰۰۰ء، مرکز ادب جھنگ
3. تقی الدین انجم، پروفیسر، اپنی بات، آشوب شہر دل، مرتبہ محمد اسلم ضیاء جولائی ۲۰۰۰ء، مرکز ادب جھنگ، ص xiii

4. ایضاً، ص xiii
5. محمد اسلم ضیاء، مقدمہ، آشوب شہر دل، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء، بار اول، ص ۱
6. ایضاً، ص ۴
7. ایضاً، ص ۱۹
8. امجد اسلام امجد، فلیپ، آشوب شہر دل، مرتبہ اسلم ضیاء، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء
9. گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص ۲۶۷
10. رشید حسن خان، ڈاکٹر، تدوین و تحقیق کے رجحانات، مشمولہ، اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۶ء، ص ۸۴، ۲۸۳
11. رشید حسن خان، ڈاکٹر، تدوین و تحقیق کے رجحانات، مشمولہ، اردو میں اصول تحقیق، ص ۲۸۴
12. گیان چند ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص ۳۷۰
13. ایضاً، ص ۳۷۰، ۷۱
14. ایضاً، ص ۳۷۰
15. محمد اسلم ضیاء ڈاکٹر، مقدمہ، آشوب شہر دل، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۱
16. امجد اسلام امجد، فلیپ، آشوب شہر دل، مرتبہ اسلم ضیاء، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء
17. افتخار عارف، فلیپ، آشوب شہر دل، مرتبہ اسلم ضیاء، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء
18. محمد اسلم ضیاء ڈاکٹر، مقدمہ، آشوب شہر دل، ص ۱
19. امجد اسلام امجد، فلیپ، آشوب شہر دل، مرتبہ اسلم ضیاء، مرکز ادب جھنگ، جولائی ۲۰۰۰ء

**Romanized References**

1. Chand, G. (2014, January). *Tehqeeq ka fun*. Seventh Sky Publications. (p. 386).
2. Arif, I. (2000). Flap. In M. A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil*. Markaz Adab Jhang.
3. Anjum, T. ud D. (2000). Apni baat. In M. A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil* (p. xiii). Markaz Adab Jhang.
4. Ibid., p. xiii
5. Zia, M. A. (2000). Muqaddama. In M. A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil* (1st ed., p. 1). Markaz Adab Jhang.
6. Ibid., p. 4

7. Ibid., p. 19
8. Amjad, A. I. (2000). Flap. In A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil*. Markaz Adab Jhang.
9. Ibid., p. 267
10. Chand, G. (2014). *Tehqeeq ka fun*. Seventh Sky Publications. (p. 267).
11. Khan, R. H. (1986). Tadween o tehqeeq ke rujhanat. In M. S. Bakhsh (Ed.), *Urdu mein usool-e-tehqeeq* (pp. 84, 283). Muqtadara Qaumi Zaban.
12. Ibid., p. 284
13. Chand, G. (2014). *Tehqeeq ka fun*. Seventh Sky Publications. (p. 370).
14. Ibid., pp. 71, 370
15. Ibid., p. 370
16. Zia, M. A. (2000). Muqaddama. In M. A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil* (p. 1). Markaz Adab Jhang.
17. Amjad, A. I. (2000). Flap. In A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil*. Markaz Adab Jhang.
18. Arif, I. (2000). Flap. In A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil*. Markaz Adab Jhang.
19. Zia, M. A. (2000). Muqaddama. In M. A. Zia (Ed.), *Aashob-e-shehr-e-dil* (p. 1). Markaz Adab Jhang.